

کراچی

﴿صبا اکبر آبادی﴾

اے کراچی، اے مرے شہرِ درخشاں و حسیں
غالباً فردوس سے آئی ہے تری سرزمیں
تیری مٹی میں ہیں موتی تیرے ذرّوں میں نگیں
مشرق و مغرب میں کوئی بھی ترا ثانی نہیں
اس عروسِ مملکت کے واسطے زیور ہے تو
اَرضِ پاکستان کے ماتھے پہ اِک جھومر ہے تو

تیرے ساحل روح پرور تیری موجیں دلرُبا
شاہراہیں تیری دلکش تیری گلیاں جانفزا
زندگانی بخش جذبوں کو تری آب و ہوا
تیرے پھولوں میں دھنک کے رنگ ظاہر برملا
کیسے کیسے مہماں ہیں تیرے گھر آئے ہوئے
اور تو سب کے لیے آغوش پھیلائے ہوئے

تیرے مزدوروں کے بازو ہیں مشینوں کا جواب
تیری صنعت نے معیشت کا نیا کھولا ہے باب
تیرے تاجر مستند تیرے مفکّر لاجواب
کوچے کوچے میں ہے تیرے علم و حکمت کی کتاب
منزلوں کے راستے پائے ہیں راہوں میں تری
جو ہر قابل پلے ہیں درس گاہوں میں تری

اے کراچی، روشن و تابندہ و زرّیں قبا
روز و شب جاری ہے تیرا اہتمام و ارتقا
عِلم کا مرکز ہے تو اہلِ ادب کا مدّعا
مدح خواں تیرے گلستان کا نہو کیسے صبؔا
جس کا ہر عالم میں اک عالم ہے وہ عالم ہے تُو
مولد و آرام گاہ قائد اعظم ہے تو

کیسے کیسے چاند سورج ہیں ترے آغوش میں
نام سے آجائے جن کے خونِ ملت جوش میں
کیسی شمعیں جل بجھی ہیں تری بزم دوش میں
روشنی جن کی نہ رکھتی تھی عدو کو ہوش میں
ہے لیاقت تجھ میں اور نشتر کا جادو تجھ میں ہے
یہ تری تقدیر ہے بابائے اُردو تجھ میں ہے